اعمال اور اعتقادات کی بنیاد خشیت اللہ پر ہونی چاہیئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ رجنوری ۱۹۸۱ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

انسانی زندگی تین حصوں میں منقسم ہے ایک تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیدار بنایا ہے اس کو حواس بخشے ہیں۔ وہ دیکھتا سنتا، محسوس کرتا ہے اور سوچتا ہے اس کی سوچ اور فکر جو ہے یہ اس کی زندگی کا ایک حصہ ہے دوسرے حصے کا تعلق انسان کے اعتقادات کے ساتھ ہے۔ وہ بعض اصول اپناتا ہے۔ یہ لازمی حصہ ہے انسانی زندگی کا۔ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے انہوں نے بھی اپنی زندگی کے لئے بعض اصول وضع کئے ہوئے ہیں کیونکہ انسانی فطرت یہ تقاضا کرتی ہے کہ کوئی بندھن بھی ہوں جن میں انسان کو باندھا جائے ورنہ انسان انسان نہیں رہتا وحشی حیوان بن جاتا ہے۔ ہماری اصطلاح میں ان کو اعتقاد کہتے ہیں، اسلام نے ہمیں جو دیا وہ اعتقاداتِ صحیحہ ہیں۔ اسلام سے باہر جو اصول وضع کئے گئے ہیں ان میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی ہیں اور اچھے اور برے کا مرکب بداعتقادی کہلاتا ہے عقلاً بھی اور مذہباً بھی۔

تیسرا حصہ انسانی زندگی کا اس کے اعمال ہیں۔ وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر انسان کرتا ہے، صراطِ مستقیم کو اختیار کرتے ہوئے، انہیں اعمالِ صالحہ کہا جاتا ہے۔ اور جو ایسے نہ ہوں وہ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (ھود: ۴۷) ہیں۔ بداعتقادی کی وجہ سے وہ ایسے اعمال ہیں جو انسان کو انسان ہونے کے لحاظ سے اس کی جسمانی روحانی ترقیات کے لئے

جو معین راستہ ہے ترقیات کا، اس راستہ سے ہٹا دیتے ہیں۔

ایک احمدی مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنی سوچ اور فکر میں وہ بہکے نہ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم ہے اس کی روشنی سے دور نہ جائے اور اپنے اعتقادات میں ان اصول کا پابند ہو جو قرآن عظیم جیسی کتاب نے ہمارے ہاتھ میں دیئے زندگی گزارنے کے لئے، اور جس جہت سے اور جس تعریف کے لحاظ سے عملِ صالح کہا گیا ہے، اعمالِ صالحہ بجالانے والا ہو۔

قرآن کریم کی حکمرانی انسانی زندگی کی ان ہر سہ قسم پر حاوی ہے۔ حاکم ہے قرآن کریم کی حکمرانی ہماری سوچ اور فکر پر بھی، ہمارے اعتقادات پر بھی ہمارے اعمال پر بھی ہے، اگر ہم اپنی سوچ میں بہک جائیں یا اپنے اعتقاد میں اندھیروں کو پیدا کر دیں یا اپنے عمل میں بھٹک جائیں صراطِ مستقیم سے تو ہماری زندگی کا ہر پہلو ایسا ہوگا جسے اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔ بڑے احتیاط سے چوکس رہ کر اللہ تعالیٰ کی خشیت کو اپنی زندگی میں قائم رکھتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیئے ورنہ خرابی پیدا ہوتی ہے نوعِ انسانی کی زندگی میں۔ مثلاً جب سوچ اور فکر بہک گئی تو سُپر مین (Super Man) کا تصور پیدا ہو گیا۔ یعنی ایسا انسان جو انسانوں میں سب سے بالا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ فرمایا تھا کہ جب تم انسانوں کے باہمی تعلقات کے متعلق سوچنا شروع کرو تو اس اصول پر سوچو۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکھف:۱۱۱) کہ بشر ہونے کے لحاظ سے انسان انسان میں کوئی فرق نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم انسان اور دوسرے انسانوں میں بھی انسان ہونے کے لحاظ سے کوئی فرق اور امتیاز نہیں ہے اور اس اصول کو نہ سمجھنے یا بھول جانے کے نتیجہ میں انسانی زندگی میں بڑی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ بڑے دکھ پیدا ہوئے۔ بڑی قتل و غارت کی گئی اور مذہبی زندگی میں جب انسان انسان میں تمیز روا رکھی گئی اور اَرْبَابٌ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بن گئے۔ انسان تو اس کے نتیجہ میں، (میں نے ایک کتاب میں پڑھا) ایک بہت بڑے غیر مسلم مذہبی راہنما کے حکم سے (یہ صدیوں پہلے کی بات ہے، اب تو انسان نسبتاً زیادہ مہذب ہو گیا ہے) صرف ایک انسان کے حکم سے دس لاکھ انسانوں کی گردنیں کاٹی گئیں۔ تو یہ جو سوچ اور فکر جس وقت بہک جاتی ہے خرابی پیدا کرتی ہے۔ اس کے منبع سے فساد کے سوتے نکلتے ہیں۔ یہی حال اعتقادات کا ہے۔

قرآن کریم نے ہماری زندگی کے اصول وضع کئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں سات سو سے زیادہ احکام تمہاری زندگی کو خوبصورت بنانے کے لئے بتائے گئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک تم سے قیامت کے دن جواب طلب کرے گا کہ تم نے اس کے مطابق اپنی زندگی گزاری یا نہیں۔

اسی طرح اعمال ہیں۔ قرآن کریم اتنی عظیم کتاب ہے اور اس قسم کی بنیادی صداقتیں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے کہ انسانی فطرت اس کی طرف فطرتاً جھکتی ہے بالکل اس کے مطابق ہے۔ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ بظاہر میں اچھے عمل ہوں گے اس کے نتیجہ میں تمہیں انعام مل جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی جنتوں میں تم چلے جاؤ گے یہ نہیں کہا۔ قرآن کریم نے یہ کہا ہے کہ جب تمہارے اعمال خدا کے حضور مقبول ہو جائیں گے تو تمہیں جزا ملے گی۔ بظاہر نیکی کرنے والا ضروری نہیں کہ نیک ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک واقعہ ہوا۔ ایک جنگ میں ایک شخص بڑی دلیری اور بہادری کے ساتھ اور جانثاری کے ساتھ مسلمانوں کی طرف سے دشمنوں سے لڑ رہا تھا۔ بعض صحابہؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بڑا ہی اعلیٰ مقام ہے اس کا ایمان کے لحاظ سے اور اس کی تعریف کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں یہ آواز پڑی تو آپ نے کہا یہ جہنمی ہے اور بعد کے واقعات نے بتایا ان لوگوں کو کہ واقعی وہ جہنمی تھا۔ اس کی تفصیل میں میں اس وقت نہیں جا سکتا۔ تو بظاہر نیک کام انسان کو ایسا نیک نہیں بنا دیتا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ پیار کرنے لگ جائے۔ پیار تو اللہ تعالیٰ اس نیکی سے کرے گا جسے وہ نیکی سمجھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس نیکی سے پیار نہیں کرے گا جس کو زید یا بکر یا عمرو یا میں یا تم نیکی سمجھتے ہو۔

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک بنیادی اصول ہمیں یہ بتایا کہ جس طرح دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ مثلاً سیاسی اقتدار ہے۔ ایک وفاقی حکومت میں صوبے ہیں۔ وفاقی حکومت اپنے بہت سے سیاسی اقتدار جو ہیں وہ ڈیلیگیٹ (Delegate) کر دیتی ہیں صوبوں کو۔ ابھی جب سپین میں مسجد بنی تھی تو ان کے قانون کے مطابق اس مسجد کا نقشہ میڈرڈ میں بھی پاس ہونا چاہیئے تھا۔ شروع میں جو خط آئے تو میں یہی سمجھا تھا کہ وہاں جائے گا اور پاس ہو گا لیکن بعد میں پتہ لگا کہ نقشوں کے پاس کرنے کا جو قانونی اختیار وفاقی حکومت کو یا میڈرڈ کو، مرکز کو ہے انہوں نے

قرطبہ کے صوبے کو ڈیلیگیٹ (Delegate) کر دیا ہے۔ یعنی ان کو کہا ہے کہ تم اس کو ہماری قائم مقامی میں استعمال کر سکتے ہو۔ ساری دنیا میں یہ ہو رہا ہے آج کی سیاسی دنیا میں یہ ہو رہا ہے کچھ اقتدار دوسرے کو سونپ دیا جاتا ہے۔ ''اقتدارِ اعلیٰ'' صاحب اقتدارِ اعلیٰ کی طرف سے ایک ایسے صاحبِ اقتدار کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو صاحبِ ''اقتدارِ اعلیٰ'' نہیں مثلاً وفاقی حکومت صوبوں کو دے دے گی یا جو اختیار گورنر کا ہے وہ وزیروں کو دے دے گی یا جو وزیر کا ہے وہ کمشنر کو دے دے گی۔ یہ ایک عام طریق آج کی دنیا کی سیاست کا ہے۔ کسی جگہ کوئی شکل اختیار کرتا ہے کسی جگہ کوئی شکل اختیار کرتا ہے۔ بہرحال اس اصول کو اس دنیا نے اپنی زندگی میں تسلیم کیا کہ اقتدار کو ڈیلیگیٹ (Delegate) کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے کو دیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی خدائی ڈیلیگیٹ (Delegate) نہیں ہوتی کسی کی طرف کہ خدا تعالیٰ کی بجائے اس کے بندوں میں سے کوئی وہ کام کرنے کا اختیار رکھتا ہو جس کا تعلق خدائی سے ہے۔

مذہب میں اس قسم کی جو خرابیاں پیدا ہوئیں مختلف مذاہب میں ہماری مذہبی زندگی میں حضرت آدم سے لے کے آج تک، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس کے لئے میں نے یہ ساری تمہید باندھی کہ بعض لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اختیار دیا ہے کہ وہ جہنم کا پروانہ کسی کو لکھ کے دے دیں یعنی یہ کہیں کہ اس شخص نے ضرور جہنم میں جانا ہے یا بعض لوگوں نے یہ رسم چلائی اپنے ماحول میں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جنت کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیں کہ جسے ہم کہتے ہیں، وہ جنت میں چلا جائے گا۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میری خدائی کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی کسی انسان کو نہیں دیا جا سکتا۔

یہاں میں ایک بات واضح کر دوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم تھے۔ اس لئے کہ کوئی انسان اس طور پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق میں فانی فی اللہ نہیں ہوا جس طور اور طریق سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی محبت میں فانی ہو گئے اور اس لئے صفات باری کے اتم مظہر بنے۔ وہ اور چیز ہے، وہ ڈیلیگیشن آف پاور (Delegation of Power) نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کو خود اپنے نفس کے لئے نیز دنیا کو فائدہ پہنچانے کے لئے یہ طاقت دی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی اپنی استعداد

اور صلاحیت کے مطابق خدا تعالیٰ کی محبت میں فانی ہو کر اس کی صفات کے مظہر بن سکتے ہیں۔ بہتوں نے صفات باری کا رنگ اپنے پر چڑھایا لیکن اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر عظیم استعداد اور صلاحیت دی کہ کسی اور انسان کو ویسی استعداد اور صلاحیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں عطا ہوئی اور پھر اس کی پرورش، اس کی نشوونما اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا کی اللہ تعالیٰ نے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم میں کامل طور پر فانی ہو کر ایک نئی زندگی پائی، وہ ایک اور چیز ہے لیکن اقتدار کا، طاقت کا ڈیلیگیٹ (Delegate) ہو جانا کسی کی طرف یہ اور چیز ہے۔ یہ دونوں چیزیں آپس میں ایک نہیں ہیں اور اس سے کوئی غلط استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ جو مختلف مذاہب میں مختلف اوقات میں دنیا کے مختلف خطوں میں یہ واقعہ ہوا کہ ”میرا“ پروانہ لے لو اور تمہیں خدا تعالیٰ سیدھا جنت میں بھیج دے گا یا اگر تم مجھے ناراض کر دو گے تو میں جہنم کا سرٹیفکیٹ جاری کر دوں گا اور پھر تم جنت میں جا ہی نہیں سکتے قرآن کریم اسے تسلیم نہیں کرتا۔ بڑی وضاحت سے اس کی نفی کی گئی ہے۔ یہ مضمون آج میں اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ بعض احمدی بھی بعض دفعہ غصے میں مخالف کے متعلق ایسی بات کر دیتے ہیں کہ گویا ان کو خدا تعالیٰ نے خدائی کی یہ طاقت دے دی کہ وہ یہ حکم لگائیں کہ فلاں شخص ضرور جہنم میں جائے گا یا فلاں شخص ضرور جنت میں جائے گا۔ **نعوذ باللہ من ذالک** سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سب انسانوں کو مخاطب کر کے کہ جو تم ظاہر کرو اسے جو تمہارے دل میں ہے یا تم چھپاؤ اسے انسانوں سے (خدا تعالیٰ پر تو ہر چیز ظاہر ہے اس سے تو کوئی چیز چھپائی نہیں جا سکتی) يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (البقرة:۲۸۵) اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی یعنی جو صاحبِ اقتدار ہے **مَالِكِ كُلِّ خَالِقِ كُلِّ** یہ اس کی حاکمیت کا ایک حصہ ہے وہ حساب لے گا پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے کسی اور کا نہیں۔ اور اس کے لئے اس صفت کا بھی ہونا ضروری ہے کہ خدائے ذوالجلال والاکرام طاقت رکھتا ہو حساب لینے کی، بخشنے کی اور عذاب دینے کی ہر چیز پر وہ قادر ہو جس رب پر ہم ایمان لائے ہیں وہ ہر قسم کی کمزوریوں سے پاک اور نقائص سے منزہ ہے

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (الحشر: ۲۵) تمام اچھی صفات جو خدا میں ہونی چاہئیں وہ تمام کی تمام اپنے پورے کمال کے ساتھ اس کے اندر پائی جاتی ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرة: ۲۸۵) پھر سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (المائدة: ۱۹) یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اس کے ساتھ پیار کا تعلق ہے وہ ہم سے بڑا پیار کرتا ہے اسی طرح جس طرح پیار کرنے والا باپ پیار کرتا ہے وَاَحِبَّآؤُهٗ اور اس کے پیارے اور محبوب ہیں چونکہ اس کے ابناء ہیں اور پیارے ہیں اس واسطے اس کے عذاب سے ہم محفوظ ہیں اپنے پر انہوں نے یہ حکم لگایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مرنے کے بعد عذاب نہیں دے سکتا اس واسطے کہ ہم اَحِبَّآؤُهٗ اس کے پیاروں میں سے ہیں۔ کہہ دے کہ پھر وہ تمہارے قصوروں کے سبب اس دنیا میں تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے۔ ایسا نہیں جیسا تم سمجھتے ہو اور جس کا تم اعلان کرتے ہو بلکہ جو نوعِ انسانی کے دوسرے افراد ہیں تم بھی ان جیسے آدمی ہو تم میں اور ان میں اس لحاظ سے بھی فرق نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے دے وہ جسے پسند کرتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے عذاب دینا چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور یہ بات اس کے لئے مشکل نہیں اور کیونکہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب پر حکومت اللہ ہی کی ہے اور اس نے ایسا انتظام کیا ہے کہ تم اس سے بچ کے نہیں جاسکتے کہیں اور کیونکہ سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی کامل حاکمیت کو ہمارے سامنے رکھ کے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ تم خود خدا نہ بن جانا، خدائی کا دعویٰ نہ کر بیٹھنا، یہ کام کہ کسی کو بخشنا ہے یا نہیں، کسی کو عذاب دینا ہے یا نہیں، یہ کسی انسان کا کام نہیں۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ سورۂ ال عمران میں فرمایا۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اٰل عمران: ۱۲۹، ۱۳۰) تیرا اس معاملے میں کچھ دخل نہیں یہ سب معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے چاہے تو ان پر فضل کرے

اور چاہے تو ان کو عذاب دے دے، ہیں وہ ظالم، اور وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ حاکمیت اس کی ہے حاکم اعلیٰ ہے جسے پیدا کیا ہے خالق بھی ہے وہ اور مالک بھی ہے اس کا اور حاکم بھی ہے اور غفور اور رحیم بھی ہے۔ تو اس سے یہ بھی پتہ لگا کہ بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے ہم تمہارے لئے دعا کریں گے۔ ایک دفعہ میرے سامنے بھی کسی نے کہا تھا۔ دیر کی بات ہے جب میں کالج کا پرنسپل تھا۔ میں نے اس شخص کو کہا کہ صرف رب تمہارا نہیں رب العالمین ہے، ہر ایک کا رب ہے اور ہر ایک کی دعائیں سنتا ہے۔ تم بھی دعا کرو گے میں بھی دعا کروں گا ہر ایک دعا کر سکتا ہے۔ پھر یہ اس کی مرضی ہوگی کہ وہ کس کی دعا کو قبول کرتا ہے کس کی رد کر دیتا ہے تو یہ سمجھنا کہ تمہاری دعا کو قبول کرنے پر خدا مجبور ہے اور خدا مجبور ہے کہ دوسرے کی دعا رد کر دے، یہ خدائی کا دعویٰ ہے اور بڑا ہی احمق اور ظالم ہے وہ انسان جو بندگی کی عاجزانہ راہیں اختیار نہ کرے، خدا بننے کی کوشش کرے۔ ہمیں یہ فکر ہونی چاہیئے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے حساب ہوگا ہر شخص کا، نہیں ہوگا تو کسی کے زور سے نہیں۔ مرضی ہے بغیر حساب کے بھی بھیجتا ہے جنتوں میں، اس کا بھی ذکر آیا ہے لیکن اس کا فیصلہ اس نے کرنا ہے میں نے اور آپ نے نہیں کرنا۔ جو میں نے اور آپ نے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں خشیت ہو اور خشیت کی بنیادوں پر ہماری زندگی گذر رہی ہو۔ اور ہماری ہر حرکت اور سکون اور ہماری سوچ اور فکر اور ہمارے اعتقادات جو ہیں اور ہمارے اعمال جو ہیں خشیۃ اللہ پر ان کی بنیاد ہو صرف ایک غرض ہو ہر سانس لینے کی اور وہ یہ کہ خدا ہم سے راضی ہو جائے وہ ہم سے ناراض نہ ہو باقی جو اس کی مخلوق ہے وہ جس کو چاہے معاف کر دے آپ کون ہوتے ہیں اس کو روکنے والے یا سوچنے والے کہ وہ نہیں معاف کرے گا بڑی وضاحت کے ساتھ یہ چیز قرآن کریم میں آئی ہے میں اپنے بھائیوں کو کہوں گا کہ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے بندہ بننے کی کوشش کریں خدا بننے کی کوشش نہ کریں اور دعا کرنے والے ہوں بددعائیں کرنے والے نہ ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو جب انتہائی دکھ پہنچایا گیا تو آپ کا اسوہ دنیا کے سامنے اللہ تعالیٰ نے یہ پیش کیا کہ خدا نے کہا اگر بددعا کرو ان کے متعلق تو اسی وقت ان کو سزا دوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بددعا نہیں تو بددعا نہ کرنا اسوہ حسنہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ بددعا

کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ نہیں ہے۔

ہر ایک کے لئے دعائیں کریں۔ وہ لوگ جو خود کو آپ کا دشمن سمجھتے ہیں، ہم تو اپنے آپ کو ان کا دشمن نہیں سمجھتے وہ لوگ جو خود کو ہمارا دشمن سمجھتے ہیں ہم ان کے لئے بھی دعائیں کریں گے اور خدا تعالیٰ سے بھلائی اور نیکی ان کے لئے چاہیں گے۔ اور یہ چاہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حالات اس طرح کے کر دے کہ وہ ان سے راضی ہو جائے اور اللہ انہیں مقبول اعمال کے بجالانے کی توفیق عطا کرے تو یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ یہ خدائی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طاقت ہے انسان کے سپرد یہ کام نہیں کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے کام کرنے دو عاجزانہ راہوں سے اس تک پہنچنے کی کوشش کرو اس کے دامن کو پکڑو پیار کے ساتھ اور دعا کرو کہ شیطان کی کوئی طاقت تمہارے ہاتھ سے وہ دامن چھڑوا نہ سکے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲ رمارچ ۱۹۸۱ء صفحہ ۲ تا ۵)